اسلامی تراث کا ایک علمی جائزہ: مخطوطات کے خصوصی حوالے سے

A Research Analysis of Islamic Heritage from the Perspective of Manuscripts

Dr. Niaz Muhammad
Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University Mardan.
prof.niaz@awkum.edu.pk

ISSN
2708-6577

Zia ur Rahman Saad
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Studies. AWKUM
ziarurramansaad87gmail.com

Abstract

Islam gives due importance to knowledge, that is why the basic tools of knowledge such as pen, book and the ink have been mentioned in the Holy Quran. Due to this usefulness, the scholars of almost every age have left behind an extra-ordinary and large quantity of manuscripts. Manuscript is the written form of a book prepared with one's own handwriting. In the early ages of Muslim legacy the almost asset of knowledge existed in form of manuscripts. The libraries were abundantly stocked with these. The service of experts was used to prepare the manuscript. From the sub-continent, a huge amount of manuscripts were transferred to Europe which the poet of the east, Allama Muhammad Iqbal has described with deep sorrow in his poetry. In the article under reference, the significance of manuscripts in Islamic Literature has been discussed.

Keywords: *Manuscript, heritage, literature, Pakistani libraries*.

خیر القرون میں حفاظتِ قرآن، حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدوین کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس بات کا بخوبی علم ہوتا ہے کہ امت نے بحیثیت مجموعی اپنے مذہبی اساس کی حفاظت میں بڑی تندہی، جانفشانی اور باریک بینی سے کام لیا ہے۔ علم و آگہی کے اس تسلسل ہی کا نتیجہ ہے کہ ہر فن میں اس قدر تصنیفات سامنے آئیں جن کی مثال اسلامی تہذیب کے علاوہ کوئی اور تہذیب پیش نہیں کر سکتی۔ علوم اسلامیہ کے ادب میں مخطوطات قیمتی اثاثہ ہیں۔ یہ وہ قیمتی دفینہ ہیں کہ جب تک انہیں سامنے نہ لایا جائے نسل نو تک اس کے فوائد و ثمرات نہیں پہنچ سکتے۔ ہر زمانے میں امت نے حتیٰ المقدور ان کا تحفظ یقینی بنایا ہے۔ عصر حاضر میں ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل وسائل کی مدد سے اگلی نسل تک اس علمی امانت کو باحفاظت پہنچانا اہل علم کی منصبی ذمہ داری ہے جس سے پہلو تہی مناسب نہیں۔ڈاکٹر عباس رضا نیر[1] کے مطابق: "جدید تحقیقی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کی ترتیب و تدوین نہ کی گئی تو ادب کا ایک بڑا سرمایہ منظر عام پر آنے سے قاصر رہ جائے گا۔اردو کے مقابلے میں عربی اور فارسی زبانوں میں اس کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ آج کے دور میں عالمی سطح پر دستیاب ڈیجیٹل وسائل کا استعمال کر کے اس کام کو بہ خوبی انجام دیا جا سکتا ہے۔[2]" علم اور تہذیب کا آپس میں جوڑ فطری اور آفاقی ہے۔ اسلامی تہذیب بھی اس کی ایک عملی تصویر ہے جس نے علمی دنیا میں تحقیق کی نئی سمتوں کو روشناس کرایا۔اسلامی تہذیب کا شاندار آغاز ہی اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آغاز اسلام سے عصر حاضر تک مسلم امہ نے اجتماعی و انفرادی طور پر کتابت کا کام پوری محنت، دیانت داری اور دل جمعی سے کیا، یہ ہماری علمی تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جس پر بلاشبہ فخر کیا جا سکتا ہے۔ مخطوطات کی اہمیت کے پیش نظر عالم اسلام کی کئی جامعات میں ان کو مختلف طریقوں سے محفوظ کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ محققین ان کو تحقیقی مراحل سے گزار کر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں لیکن عصر

حاضر میں ملکی سطح پر خصوصا جامعات میں اس طرف التفات کم ہی دیکھنے میں آتا ہے جو کہ لمحۂ فکریہ ہے۔ پاکستان کے کئی ایک علمی مراکز میں مخطوطات کا ایک قابل ذکر ذخیرہ موجود ہے جن میں کئی نادر مخطوطات موجود ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں اسلامی تراث کا پاکستان میں مخطوطات کے خصوصی حوالہ سے علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ محققین کے سامنے ان کی اہمیت و تعارف کو رکھا جاسکے اور دل چسپی رکھنے والے طالبانِ تحقیق ان کو اپنی تحقیق کے لئے منتخب کر سکیں۔ کسی بھی معاشرے یا مذہب کی معاشرتی ارتقاء کا تعارف اس کے علمی ورثے کو جاننے سے ہی ممکن ہے۔ کتابیں وہ معیار ہیں جن پر اس مذہبی یا معاشرتی ارتقاء کو پرکھا جاسکتا ہے۔ مسلم تہذیب کے آغاز میں ہی تحصیل علم کو اہمیت دی گئی اور رسول اللہ ﷺ کے اوصاف میں ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [3] کا تذکرہ اس کی شہادت ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ مسلم علمی اور تہذیبی تاریخ کے بغیر ادھوری ہے۔ اسلامی تہذیب کی ابتدائی صدیوں میں جتنا تصنیفی کام ہوا ہے اس کی مثال ملنا شاید ممکن نہیں۔ مسلمان جہاں بھی رہے، چاہے وہ حکمران نہ بھی ہوں، انہوں نے اس معاشرے کی تہذیب پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں جس کی گواہی عرب، اندلس، ترک اور برصغیر میں مسلمانوں کا علمی عروج دیتا ہے۔

مخطوط کا تعارف: مخطوطات کا لغوی و اصطلاحی معانی کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

مخطوط، "خ–ط–ط" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا لغوی معنیٰ "الطَّريقةُ المسْتَطِيلَةُ في الشيء، أو الطَّريقُ الخفيفُ في السَّهْلِ" ہے [4]، جب کہ اصطلاحی طور پر مخطوط کا معنیٰ "مَكْتُوبٌ بِالْيَد" یعنی "ہاتھ سے لکھا ہوا" کیا جاتا ہے "جیسا کہ معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ میں بتایا گیا ہے کہ: كتاب أو نصّ مكتوب باليد لما يُطبع بعد [5]" مخطوط کی جمع مخطوطات آتی ہے۔ انگلش میں مخطوط کا ترجمہ "Manuscript" کیا جاتا ہے۔ یہ لاطینی لفظ (Manuscripts) سے ماخوذ ہے جو دو الفاظ Manu (ہاتھ) اور Scripts (لکھنا) سے بنا ہے۔ کیمبرج ڈکشنری (Cambridge Dictionary) میں اس کا درج ذیل مطلب بیان کیا گیا ہے:

"An old document or book written by hand in the times before printing was invented."[6]

مسلم دنیا: مخطوطات کا آغاز اور اس کا سنہرا دور: اسلام کے آغاز ہی سے کتابت کا آغاز ہو گیا تھا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے پاس قرآن اور احادیث نبویہ ﷺ کے انفرادی نسخے موجود تھے۔ معروف کاتبینِ احادیث میں عبد اللہ بن مسعود، جابر بن عبد اللہ، علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر میاں محمد صدیقی کے مطابق بعض دوسرے ایسے صحابہ رضی اللہ عنھم کا ذکر بھی ملتا ہے جنہوں نے حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو لکھا اور بعض نے یہ لکھا ہوا (مخطوط) حضور ﷺ کو سنا کر اس کی تصدیق بھی حاصل کر لی۔ ایسے صحابہ کی تعداد 39 ہے۔ عہد صحابہ کے بعد اہل علم نے ان مجموعوں کی نقلیں تیار کیں اور اس طرح عہد رسالت کے یہ اوّلین مخطوطے آئندہ نہ صرف حدیث کے مجموعوں کے لئے بلکہ دینی موضوعات پر دوسری کتابوں کی تصنیف و تالیف کے لئے بھی بنیاد بنے [7]". اسی کا اثر نظر آتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع قرآن کے لئے جب سات قرآنی مخطوط تیار کئے گئے جو اسلامی ریاست کے مختلف مقامات پر بھیجے گے تو ان کے ساتھ معلمین بھی بھیجے گئے جن سے عوام نقول تیار کرتے، یہی عمل کتب خانوں کی ابتداء تھا۔ خلافت بنوامیہ کے آغاز میں امیر معاویہ کے پوتے خالد الحکیم (جو کہ علم کیمیا کے ماہر اور شاعر و ادیب تھے) [8] کا ذاتی کتب خانہ دمشق میں وجود میں آچکا تھا جس میں علم کیمیا، فلکیات اور طب و جراحت کی دیگر زبانوں کے مخطوطات کو عربی زبان میں ترجمہ کروایا جاتا جس سے ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ عربی زبان میں وجود میں آیا۔ خلیفہ ہارون الشید کے علمی خدمت "بیت الحکمت" میں ایک اندازے کے مطابق 10 لاکھ مخطوطات موجود تھے [9] جن میں سے ہلاکو خان کے حملے کے وقت 4 لاکھ مخطوطات کو کسی طرح وہاں سے با

حفاظت ایران کے شہر "مراغہ" منتقل کر دیا گیا[10]۔ اسی طرز پر قاہرہ کا "مکتبۃ العزیز" جس کے بارے میں مشہور ہے کہ کبھی کبھار ایک موضوع پر بیسیوں کتب ایسی موجود ہوتیں جو کہ مولف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوتیں چنانچہ صاحب مستخرج بخاری احمد بن ابراہیم (381ھ) اپنی کتاب المعجم میں رقم طراز ہیں: "كانت للعزيز صاحب المصر، خزانة كتب الكبيرة، قلما يذكر عنده الكتاب إلا أخرج من خزانته عشرات النسخ منه إحداها بخط المؤلف ويقدر عدد ما كان فيها من الكتب بالف و ستمأة ألف كتاب"۔[11] "مصری بادشاہ "عزیز" کے کتب خانے میں کتابوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔ جب کبھی اس کے ہاں کسی کتاب کا تذکرہ چل پڑتا تو اس کے کتب خانے سے اس کی دسیوں نسخے سامنے آتے جن میں سے ایک نسخہ اس کتاب کے مؤلف کے ہاتھ کا بھی لکھا ہوتا۔ اس کے کتب خانے میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں تھیں"۔ اگر مخطوطات کی تاریخ اور معروف کتب خانوں کی بات کی جائے تو سب سے معروف کتب خانہ قاہرہ کا مکتبۃ الخلفاء الفاطمیین کہلائے گا جس میں مورخین کے مطابق کے 20 لاکھ مخطوطات موجود تھے[12]۔ چوتھی صدی کے اواخر میں حاکم بامر اللہ کے قائم کردہ مکتبہ (جس میں 7 لاکھ 20 ہزار مخطوطات موجود تھے) کے بارے میں مصطفی بن حسنی السباعی (متوفی: 1384ھ) لکھتے ہیں: "ومنها مكتبة دار الحكمة بالقاهرة، وأنشأها الحاكم بأمر الله، وافتتحت في 10 من جمادى الآخرة 395هـ، وقد جمع فيها من الكتب ما لم يجتمع لأحد قط من الملوك. حتى كانت تضم أربعين خزانة، احتوت إحدى خزائنها على 18000 كتاب" [13]"کتب خانوں میں سے ایک "مکتبہ دارالحکمۃ" بھی تھا جو قاہرہ میں "حاکم بامر اللہ" نے قائم کیا تھا اور جس کا افتتاح 10 جمادی الآخر 395ھ کو کیا گیا تھا۔ اس میں اس قدر زیادہ کتابوں کو جمع کیا گیا تھا کہ کسی بادشاہ نے نہیں جمع کی تھیں۔ یہاں تک کہ کتابوں کے چالیس مجمع گاہ تھے، جن میں سے ہر ایک مجمع گاہ میں اٹھارہ ہزار کتابیں تھیں"۔ اندلس کا مکتبۃ الحکم 4 لاکھ مخطوطات پر مشتمل تھا جس کی صرف فہرست کے 40 جلدیں تھیں۔ طرابلس کا مکتبة بنی عمار کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ اس میں صرف ناسخین کی تعداد 180 تھی جو دن رات دیگر علوم کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا کام کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں علماء کے ذاتی کتب خانے بھی موجود تھے جن میں مکتبہ الفتح بن خاقان (متوفی:247ھ)، مکتبہ ابن خشاب (متوفی567ھ)، مكتبة جمال الدين قفطي (متوفی:646ھ)، مکتبةالموفق بن المطران دمشقی (587ھ)، قرطبہ کا مكتبة الزهراء بھی مخطوطات کا ایک عظیم سرمایہ رکھتا تھا۔ مصر کے دارالعلم اندلس کے مکتبہ قرطبہ شام، مکتبہ دمشق اور مکتبہ نظامیہ کا شمار قدیم عہد کے مشہور کتاب خانوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ (2002ء)[14] نے ترکی کو مخطوطات کا دارالخلافہ قرار دیا ہے۔ پروفیسر فواد سزگین (المتوفیٰ 2018ء)[15] کی تاريخ التراث العربي میں بھی مخطوطات اور مراجع کا ذکر شرح وبسط سے کیا گیا ہے۔ علمی تصانیف کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ طرابلس کی فتح کے وقت صلیبی افواج نے 30 لاکھ کتب تلف کیں جب کہ صرف غرناطہ میں ایک دن میں 20 لاکھ کتب جلادی گئیں۔[16] امت مسلمہ کے ہاں مخطوطات کی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ہمیں ابھی بھی کوفہ، بصرہ، بغداد، اندلس، قاہرہ، بخارا، ہرات، ایران جب کہ برصغیر میں حیدرآباد، دہلی، پٹنہ، لاہور، ملتان اور ٹھٹھہ کی صورت میں مخطوطات کا بڑا ذخیرہ نظر آتا ہے۔

معروف و ابتدائی کتب فہارسِ مخطوطات: مخطوطات کے علم اور اسلامی علوم کے تابناک ماضی کی جھلک دیکھنے کے لئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

1- محمد بن اسحاق بن محمد الوراق ابن ندیم (438ھ) کی کتاب "الفهرست" (جو فہرست ابن ندیم کے نام سے معروف ہے) اولین کیٹلاگ کی حیثیت رکھتی ہے۔10 ابواب پر مشتمل یہ کتاب اسلام کی پہلی چار صدیوں کی علمی و ثقافتی ترقی کی گواہی اور مستند ماخذ ہے جس میں 8360 کتب، 2238 مؤلفین (بشمول 22 خواتین)، 65 مترجم سمیت دیگر تفصیلات موجود ہیں۔

2- ابو بکر محمد بن خیر الاشبیلی (المتوفی 575ھ) کی "فہرست" میں 38 عناوین کے تحت 1300 سے زائد کتب، مولفات و مصنفات کا تذکرہ ہے۔ وہ اختصار سے تذکرہ کرنے کے بعد اختتام میں اپنے اساتذہ و شیوخ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

3- ابن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ھ) کی کتاب "المعجم المفهرس" جس میں 40 کے قریب عناوین کے تحت 1960 کتب کا تذکرہ و تعارف موجود ہے۔

4- 211 عناوین پر مشتمل "معجم الكتب" ایک وقیع عملی دستاویز ابن المبرد الحنبلي کی کاوش ہے جس میں ہزاروں کتب کا تعارف کرایا گیا ہے۔

5- مصطفی بن عبد اللہ معروف بہ حاجی خلیفہ (1067ء) کی کتاب "كشف الظنون عن آسامي الكتب والفنون" بھی اسلامی علمی ورثے کے تعارف اور اس کی تاریخ جاننے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس کے بعد الف بائی ترتیب سے ہر فن کی کتب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ کتاب 6 جلدوں (جس میں 2 حصے كشف الظنون 2 جلدیں ایضاح المكنون اور 2 جلدیں هدية العارفين کے نام سے ہیں) پر مشتمل ہے۔ علامہ زرکلیؒ کے بقول یہ اس سلسلے کی سب سے جامع اور انتہائی نفع بخش کتاب ہے[17]۔ مذکورہ کتاب میں موجود مخطوطات کے نام "أسماء الكتب" میں عبد اللطیف بن محمد بن مصطفی نے الگ سے جمع کئے جو ڈاکٹر محمد التونجی کی تحقیق کے ساتھ دار الفکر، دمشق نے شائع کی۔

6- 128989 مخطوطات کی تفصیلی فہرس پر مشتمل ایک وقیع علمی کام مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامية، سعودی عرب نے بھی شائع کیا ہے جس میں مذکورہ مخطوطات کا فن، عنوان، مولف یا مصنف کا نام بمع تاریخ پیدائش و وفات، مکتبہ درج کیا گیا ہے اور تمام مخطوطات کو سلسلہ وار ذکر کیا گیا ہے۔

7- Edward Van Dyck (ایڈورڈ فینڈیک) کی کتاب ''اكتفاء القنوع بما هو مطبوع من أشهر التآليف العربية في المطابع الشرقية والغربية'' (Contentment of the Seeker Regarding the Most Famous Arabic Compositions Printed by Eastern and Western Printing Presses) اس سلسلے میں ایک اہم دستاویز ہے جو کہ ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب "في اعتناء الافرنج باللغة العربية"، جس میں یورپی ممالک کی عربی ادب سے دلچسپی اور شغف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ دوسرے باب میں عربی ادب کے آغاز سے سقوط بغداد تک کی تاریخ پر مشتمل ہے جس کا عنوان "الآداب العربية المنقولة والمسطرة مدة زهوها أي من قديم الزمن إلى ما بعد سقوط بغداد بقليل. تیسرے باب میں 13 ویں صدی سے 17 ویں صدی تک کے عربی ادب کا احاطہ کیا گیا ہے جس کا عنوان "الأدب العربي بداية من "القرن الثالث عشر وحتى القرن السابع عشر" ہے۔

8- 2 جلدوں پر مشتمل یوسف الیان سرکیس (1351ھ) کی کتاب ''معجم المطبوعات العربي و المعرب بھی''اہم علمی کام ہے جس میں 3 لاکھ 61 ہزار 8 سو 51 کتب کا تعارف الف بائی ترتیب سے موجود ہے۔

اس موضوع سے مزید دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ایک جامع اور مفید کتاب مشہور جرمن مستشرق ''کارل بروکلمان'' (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی ''تاریخ ادب عربي'' ہے جس میں ان تمام جگہوں کی نشان دہی کی گئی ہے جہاں عربی مخطوطات موجود ہیں۔

مستشرقین کا مخطوطات میں علمی شغف:

اسلامی تہذیب کی طرف نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ مستشرقین نے بھی توجہ کی اور اس علمی تراث میں اپنا ایک معتد بہ حصہ ڈالا۔ مستشرقین کا مخطوطات کی طرف میلان کی وجہ کیا تھی اس بارے میں ڈاکٹر محسن ندوی کہتے ہیں: "مستشرقین نے ابتداء میں اپنے مقاصد کے تحت عربی زبان سیکھی، عربی کتابیں پڑھیں اور ان کی تحقیق کی اور پھر ان کو تنقید کا نشانہ بنایا اور ان میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مقصد یہ تھا کہ اسلام کے سیل رواں کو روکا جائے۔ بعد میں بعض مستشرقین کے یہاں معروضیت بھی پیدا ہوئی یعنی تعصب میں کمی آئی، پریس کی ایجاد کے بعد مخطوطات کو تحقیق و تدوین کے بعد شائع کیا جانے لگا، اس طرح سے علم سینہ علم سفینہ بن گیا اور ہر خاص و عام تک ان کتابوں کی رسائی ہوگئی[18]۔" تصنیف و تالیف کی علمی وراثت سے یورپ بھی مستفید ہوا۔ بطور مثال چند کتب کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے جن کی ایڈیٹنگ مستشرقین کے علمی کاموں میں شمار کی جاتی ہے:

1. حاجی خلیفہ (1608ء-1657ء) کی کشف الظنون
2. ابن الندیم (438ھ) کی الفهرست
3. ابن حبیب کی کتاب المحبر
4. فضل اللہ رشید الدین کی جامع التواريخ
5. زمخشری (متوفی: 538ھ) کی المفصل في صنعة الإعراب
6. علامہ ذہبی (متوفی: 748ھ/1348ء) کی تذكرة الحفاظ
7. ابن ہشام (م: 218ھ) کی السيرة النبويه
8. ابن خلکان (م: 1282ء) کی وفيات الاعيان
9. یاقوت الحموی (1229ء) کی معجم البلدان سمیت کثیر تعداد میں کتب ایسی ہیں جن پر مستشرقین کا تحقیقی کام شاید سب سے گراں قدر، وقیع، موثر اور رجحان آفریں کہلایا جا سکتا ہے[19]۔ یہ بات کثرت تصنیف ہی کا مظہر ہے کہ ترکی کے نامور محقق ڈاکٹر فواد سیزگین کے مطابق مخطوطات اور مطبوعہ کتابوں عربی کتب کی تعداد تقریباً 262 ملین ہے۔[20]

برصغیر میں مخطوطات کے ساتھ حادثہ:

برصغیر کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ برطانوی حکومت نے علم و ادب کے سرمایے کا ہندوستان سے نقل مکانی کا سلسلہ منظم طور پر انیسویں صدی کے آغاز میں شروع کیا۔ 1801ء میں انڈیا آفس لائبریری کا قیام عمل میں آیا جس کے بعد مختلف ذرائع سے ہندوستان کا یہ علمی ذخیرہ اور بیش بہا ورثہ انگلستان منتقل ہونا شروع ہو گیا۔ 1800ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی بنیاد رکھی گئی اور جب 1835ء میں کالج بند کر دیا گیا تو اس کا پورا ذخیرہ کتب انگلستان بھیج دیا گیا۔ اس ذخیرہ میں ہندی، اردو، عربی اور فارسی کی بیش بہا مطبوعہ

کتابیں اور مخطوطات شامل تھے۔ 1837ء میں سر جان کانوے کے ہاتھوں مزید قیمتی نوادرات منتقل ہوئے[21]۔ ان سب کے باوجود مقامی حکمرانوں اور علماء کے ذاتی کتب خانوں میں کچھ ایسی نایاب اور نادر کتب و مخطوطات موجود تھیں جو اس دستبرد سے محفوظ رہیں۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد شاہی کتب خانوں اور دیگر ذاتی لائبریریاں لوٹ مار کا شکار ہوئیں جن سے علمی سرمایہ مزید دست برد کا شکار ہو کر انگلستان جا پہنچا۔ علامہ اقبالؒ (متوفی: 21 اپریل 1938ء) نے اسلاف کی ان علمی خدمات کو یورپ کے کتب خانوں میں دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا جس میں وہ کہتے ہیں:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
وہ ہیرے علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دِل ہوتا ہے سیپارہ[22]

پاکستانی جامعات میں مخطوطات کی حفاظت

مخطوطات ہماری وہ گم شدہ میراث اور تاریخی سرمایہ ہیں جو علمی اور تحقیقی اداروں کی توجہ کی طلب گار ہیں۔ پاکستانی جامعات کے بعض کتب خانوں میں مخطوطات موجود ہیں۔ حکومتی سطح پر مخطوطات کی حفاظت کا پہلا اقدام 1948ء میں " Historical Record and Archives Commission for Pakistan"" کا قیام ہے۔ پروگرام کے مطابق اس کمیشن میں وفاقی وزیر کے علاوہ، ہر صوبے سے ایک ماہر تاریخ دان اور ماہر دستاویزات کے علاوہ ہر یونیورسٹی سے ایک ممتاز تاریخ کے ماہر شامل کئے جانے تھے لیکن بوجوہ یہ اقدام ناکام ہوا اور بالآخر یہ کمیشن ختم ہو گیا۔[23]

1973 کے بعد "Nation Archives of Pakistan" نے یہ ذمہ داری لے لی اور ملکی مخطوطات کو بیرون ممالک میں فروخت سے روکنے کے لئے قوانین منظور کروائے جس کی رو سے تاریخی یا قومی اہمیت کی حامل دستاویز (مخطوط) پاکستان سے باہر لے جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ ساتھ ہیں نیشنل آرکائیوز آف پاکستان کے سربراہ کو مخطوطات کے حصول کے اختیارات دئے گئے[24]۔ پاکستان میں مخطوطات کی تعداد ہزاروں میں ہے جس کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق 55 ہزار سے زائد ہے[25]۔ پاکستان میں اب تک کئی ایک مخطوطات پر تحقیقی کام ہو چکا ہے لیکن اس طرف کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے جو کہ لمحہ فکریہ ہے۔ اگر محققین نے فی الفور اس معاملے کی سنجیدگی کا احساس نہ کیا اور اس طرف توجہ نہ کی تو ممکن ہے مستقبل میں اس طرف توجہ ناپید ہو جائے جو یقینا ہماری علمی میراث سے محرومی کا باعث ہو گی۔ اب تک ملکی سطح پر تحقیق مخطوطات پر پاکستان میں 4 قسم کے کام ہو چکے ہیں:[26]

1. وہ مخطوطات جن پر پاکستان میں تحقیق ہوئی مگر طباعت بیرون ممالک میں ہوئی جیسے "مسند الطيالسي[27]" اور "الشوارد فی اللغة [28]"
2. وہ مخطوطات جو بیرون ممالک سے محقق ہوئیں اور طباعت پاکستان میں ہوئی جیسے "معجم السفر[29]"
3. وہ مخطوطات جن کی تحقیق و طباعت پاکستان میں ہوئی جیسے "العلل المتناهية[30]"
4. نایاب مخطوطات کی عکسی اشاعت جیسے "المدخل في اصول الحديث [31]"

پاکستان میں کچھ اہم مقامات و لائبریریاں جہاں مخطوطات موجود ہیں درج ذیل ہیں:

- نیشنل لائبریری (اسلام آباد)
- پنجاب یونیورسٹی، (لاہور) جہاں عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی اور پنجابی زبان کے 18 ہزار سے زائد قلمی نسخے موجود ہیں۔[32]

- پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) اس میں ایک ہزار سے زائد قلمی نسخی موجود ہیں۔ اس کتب خانے کی خاص بات "بیت القرآن" ہے جس میں قرآن، تفسیر اور علوم قرآن سے متعلق مخطوطات جمع کئے گئے ہیں۔[33]
- پبلک لائبریری (خیر پور) کو مخطوطات اور نادر کتب کے حوالے سے اس کتب خانہ کو خدا بخش لائبریری پٹنہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔
- دیال سنگھ لائبریری ٹرسٹ (لاہور) تقریبا 1000 مخطوطات رکھتا ہے۔
- ہمدرد یونیورسٹی کی بیت الحکمۃ لائبریری میں شعبہ مخطوطات الگ سے موجود ہے جس میں 2 ہزار کے قریب مخطوطات موجود ہیں۔
- نیشنل میوزیم (کراچی) میں بھی نوادرات کے علاوہ مخطوطات جمع کرنے کا کام ہوا جس کی وجہ سے 4 ہزار سے زائد مخطوطات یہاں بھی موجود ہیں۔
- پاکستان میں ذخیرہ مخطوطات کا اہم ادارہ "مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان" ہے جو 1971ء کو اسلام آباد میں قائم کیا گیا۔
- پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں اس وقت 1000 کے قریب مخطوطات موجود ہیں۔
- اسلامیہ کالج پشاور، جس میں اس وقت 1200 سے زائد مخطوطات موجود ہیں جو کہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

ان کے علاوہ دیگر علمی ادارے بھی موجود ہیں جہاں مخطوطات کو جمع کرنے کا کام کیا جاتا ہے جن میں لیاقت میونسپل لائبریری (راولپنڈی)، پشتو اکیڈمی (پشاور)، انجمن ترقی اردو (کراچی)، اداری ثقافت اسلامیہ (لاہور) اور ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد)، وغیرہ۔ اس کے علاوہ پاکستان کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر بیسیوں مقالات لکھے گئے ہیں جو کہ بلاشبہ اپنے ادبی اور علمی ورثے کی حفاظت کی عمدہ کاوش ہے مگر اس میں تحقیقی معیار کے بارے میں بسا اوقات اعلیٰ پن نظر نہیں آتا چنانچہ ڈاکٹر محمد شیر زمان (سابق چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: "افسوس یہ ہے کہ جدید معیاری اور منظم سطح پر مخطوطہ کی تحقیق و تدوین کی مثالیں شاذونادر ہی نظر آتی ہیں۔ پی ایچ ڈی کے لئے کام کرنے والے طلباء و محققین کو بالعموم ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تکمیل شدہ کام میں اساتذہ کی رہنمائی اور فنی مہارت بلکہ اس فن کے ابتدائی اصولوں سے واقفیت کا فقدان جھلکتا ہی نہیں بلکہ "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے مثل ہوتا ہے[34]۔" مخطوطات کے سلسلے میں اسلامیہ کالج پشاور، برصغیر کی علمی تاریخ میں پاکستان کی اکثر جامعات سے برتری لئے ہوئے ہے۔ اسلامیہ کالج پشاور پاکستان کا ایک نامور تعلیمی ادارہ ہے۔ اسلامیہ کالج کا شمار برصغیر پاک وہند کے اُن تعلیم اداروں میں ہوتا ہے جنھوں نے انگریز دور میں مسلمانوں میں تعلیم کے ذریعے نئی روح بیدار کی۔ اس کا افتتاح اکتوبر 1913ء کو صاحبزادہ عبدالقیوم خان اور اُس وقت کے صوبہ کے چیف کمشنر جناب جارج روس کیپل کی محنت اور کوششوں سے ہوا۔ 2008ء میں اسلامیہ کالج کو چارٹرڈ یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ اسلامیہ کالج پشاور سے بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا خاص لگاؤ تھا۔ قائداعظم کی عقیدت اور دلی محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ 1939ء میں آپ نے ایک وصیت کے ذریعے اپنی ذاتی جائیداد اسلامیہ کالج سمیت برصغیر کے تین مسلم درسگاہوں کے لیے وقف کی جس میں اسلامیہ کالج کے حصے میں 1,08,11,600 (ایک کروڑ 8 لاکھ 11 ہزار 6 سو) روپے آئے جو قائداعظم ٹرسٹ نے مختلف اقساط میں اسلامیہ کالج کے حوالے کیا[35]۔ قائداعظم کی وصیت کے الفاظ یہ ہیں:

All my residuary estate including the corpus that may fall after the lapse of life interest or otherwise to be divided into three parts - and I bequeath one part to Aligarh University - one part to Islamia College Peshawar and one part to Sindh Madrassa of Karachi.[36]

قائد اعظمؒ تاحیات اسلامیہ کالج پشاور کی خیبر یونین کے اعزازی ممبر بھی رہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح اپنی پوری زندگی میں تین مرتبہ صوبہ خیبر پختونخوا تشریف لائے۔ آپ نے یہ دورے بالترتیب 1936ء، 1945ء اور 1948ء میں کئے۔ ہر مرتبہ آپ نے پشاور میں قیام کے دوران اسلامیہ کالج پشاور کو دیکھنے اور طلبہ سے خطاب کرنے کے لیے وقت نکالا۔ پشاور شہر اور صوبے کے نمایاں تعلیمی ادارے پشاور یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی، انجینئرنگ یونیورسٹی، خیبر میڈیکل کالج، جناح کالج برائے خواتین، یونیورسٹی لاء کالج پشاور، کالج آف ہوم اکنامکس برائے خواتین، قائد اعظم کالج آف کامرس، پاکستان فارسٹ انسٹیٹیوٹ اور دیگر بہت سارے ادارے اسلامیہ کالج کی دامن میں آباد ہوئے[37]۔ اسلامیہ کالج یونیورسٹی کی عمارت فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان نے اسلامیہ کالج کی تصویر کو پرانے سو روپے کے نوٹ اور اب نئے ایک ہزار روپیہ کے نوٹ پر جگہ دی ہے۔[38]

کتب خانہ اسلامیہ کالج میں موجود مخطوطات

اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری اپنی منفرد شناخت رکھتی ہے۔ یہ صوبہ خیبر پختونخوا کا قدیم ترین کتب خانہ ہے جس میں سینکڑوں برس قدیم اور نایاب کتابوں اور مخطوطوں کا ذخیرہ محفوظ ہے جس سے کتب بین استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ شہر کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔ لائبریری کی اصل عمارت دو بڑے ہالوں اور ان سے متصل نو کمروں پر مشتمل ہے۔ 1972ء میں لائبریری میں ایک ہال اور چار مزید کمرے شامل کیے گئے۔ یہ خیبر پختونخوا کی اولین لائبریری ہے جس نے ہزاروں نایاب کتابوں کو سکین کر کے آن لائن ڈیجیٹل آرکائیوز کی اور ان کے مکمل متن کے ساتھ طالب علموں کے لیے دستیابی یقینی بنائی ہے۔ لائبریری میں طلباء و طالبات کے لیے دو الگ الگ کمپیوٹر لیبارٹریاں بھی قائم کی گئی ہیں جہاں انٹرنیٹ کی سہولت ہمہ وقت دستیاب رہتی ہے تاکہ طالب علموں کو نہ صرف کتابیں تلاش کرنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ وہ ان کا مطالعہ بھی کر سکیں[39]۔ اسلامیہ کالج کی آفیشل ویب سائٹ پر کتب کی تعداد کے بارے میں درج ذیل تعارف موجود ہے:

The library is located on the main road of the campus which is accessible on equal distance from all the departments as well as hostels of the University. It is one of the richest academic libraries in NWFP, containing 90,000 books and 1261 manuscripts.[40]

اسلامیہ کالج لائبریری میں اس وقت درج ذیل 6 شعبہ جات ہیں:

General, Oriental, Reference, Periodical, Treasure of Literary Gems, Archives.[41]

لائبریری کا تاریخی ذخیرہ جیسا کہ قدیم مخطوطے، نقشہ جات، تصاویر، قائد اعظم محمد علی جناح کی تقاریر کے متن اور دیگر نادر تاریخی مخطوطات جو مختلف زبانوں شامل ہیں "Treasure of Literary Gems" کے شعبہ میں محفوظ ہیں۔ لائبریری کی ویب سائٹ کے مطابق یہاں قدیم ترین مخطوطہ "کتاب الاغانی" ہے جس کے مصنف ابوالفرح علی بن حسین اصفہانی ہیں[42]۔ لائبریری میں موجود مخطوطات متنوع موضوعات پر مبنی ہیں جن میں کیمیا، طبیعات، ریاضی، مذہب اور علمِ فلک شناسی شامل ہیں۔ اس لائبریری میں بعض ایسے مخطوطات شامل ہیں جو یورپ و امریکہ کی لائبریروں تک میں موجود نہیں۔ سلامیہ کالج کی لائبریری میں متنوع موضوعات پر مختلف زبانوں میں مجموعی طور پر 1261 قدیم مخطوطے محفوظ کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل جدول میں دیکھی جا سکتی ہے۔[43]

سیریل نمبر	زبان	تعداد مخطوطات
الف	عربی	946

ب	فارسی	310
ج	پشتو	04
د	پنجابی	01
کل تعداد	**1261**	

پاکستان میں مخطوطات کے سرمایہ کے سلسلے میں اسلامیہ کالج کی ممتاز حیثیت ہے، چونکہ اسلامیہ کالج کے مخطوطات کا تذکرہ کرنے کے لئے ہماری بنیاد اسلامیہ کالج کا کیٹلاگ "لُباب المعارف العلمیّہ" ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کیٹلاگ کا تفصیلی تعارف کیا جائے:

1918 میں آگرہ سے شائع کردہ مولوی عبدالرحیمؒ[44] کی کتاب / کیٹلاگ "لُباب المعارف العلمیہ" میں اس وقت اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود کتب کا مفصل تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس میں ہر فن کی کتب کا تذکرہ الگ سے موجود ہے جو کسی بھی کتاب کی تلاش میں سہولت ہوتی ہے۔ کتاب میں 2000 کتب اور 688 مصنفین کا احوال موجود ہے۔ فاضل عبدالرحیمؒ نے ان تمام کتب کا تذکرہ 13 علوم پر منقسم ابواب کے تحت کیا ہے جو یہ ہیں: کتب تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم تصوف، علم قرات، علم ادب، علم لغت، علم تاریخ، علم طب، علم منطق و فلسفہ، کتب نظم و نثر فارسی اور کتب متفرقہ۔ کیٹلاگ کے آخر میں 5 ضمیمے درج ذیل عنوان سے ہیں:

ضمیمہ اوّل: فہرست شعبہ کتب اردو مکتبہ مشرقیہ دارالعلوم اسلامیہ پشاور، صوبہ سرحدی

ضمیمہ دوم: اسماء مصنفین بترتیب حروف تہجی مع حوالہ ءعدد مسلسل مندرجہ فہرست ہذا

ضمیمہ سوم: اسماء کتب مندرجہ فہرست ہذا بترتیب حروف تہجّی مع حوالہ ءعدد مسلسل

ضمیمہ چہارم: اس ضمیمہ میں وہ باتیں لکھی گئی ہیں جو مولوی عبدالعزیز صاحب راجکوٹی پروفیسر عربی ایڈورڈ مشن کالج، پشاور نے مسوّدہ کیٹلاگ پر نظر ثانی کر کے اُن کا اضافہ کرنا مناسب خیال کیا۔

ضمیمہ پنجم: وہ کتابیں جو کیٹلاگ ہذا کے اثنائے طبع میں مکتبہ ہذا کو حاصل ہوئیں۔

لُباب میں مصنفؒ کا انداز بیان یہ ہے:

الف: ہر فن کی کتب کا تعارف کرنے سے قبل اس فن کے بارے میں تعارفی تمہیدی مضمون ہے جو ایک سے دو صفحات پر مشتمل ہے۔

ب: کتاب کے تعارف کے لئے جدول بنایا گیا جس میں 4 کالم ہیں جن کی ترتیب ذیل میں بنائی گئی ہے:

عدد مسلسل	نام و کیفیت عمومیہ کتاب	نام واحوال مصنف	کیفیّت خصوصیّہ

ج: "عدد مسلسل" سے مراد نمبر شمار ہے جب کہ نام و کیفیت عمومیہ کتاب" میں ہر ایک کتاب کا نام اور اس کے مضمون کی بابت مختصر اور جامع الفاظ لکھے گئے ہیں جن سے اس متعلقہ کتاب کی پوری حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

د: "نام واحوال مصنف" کے تحت فہرست کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے ہر مصنف کا تذکرہ اختصار کے ساتھ ایسے انداز سے کیا گیا ہے جو اس کے حالات زندگی کا لب لباب ہو۔ البتہ بعض مصنفین کا احوال کسی قدر بسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ہ: "کیفیّت خصوصیہ" کے ضمن میں متعلقہ کتاب کی ان خصوصیات کو ظاہر کیا گیا ہے جو کسی بھی کتاب کو مکتبہ ہذا میں حاصل ہیں۔ اس طرح کتب کی اہمیت معلوم ہو سکے گی۔

آغاز میں بطور مقدمہ مصنفؒ نے کیٹلاگ کے بارے میں توضیحی کلمات کہے ہیں جن کا پڑھنا فائدہ مند اور کیٹلاگ سمجھنے میں اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں مصنفؒ کا انداز بیان، آخر میں چند اصطلاحات جیسے خط نستعلیق، خط نسخ، خط قدیم، غیر مطموس اور مُشکّل کے معانی بتائے ہیں اور مقدمہ کے آخر میں مصادر و مراجع کا تذکرہ کیا ہے۔ مقدمہ کے بعد "چند ایک تمہیدی باتیں" کے عنوان سے دو صفحات پر مشتمل مضمون اسلامیہ کالج کی لائبریری میں کتابوں کے جمع ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اوائل ہی میں مولانا حافظ غلام جیلانیؒ صاحب کا علمی شغف اور مخطوطات سے ان کے لگاؤ کا تذکرہ ہے۔ اس معلوم ہوتا ہے کہ حافظ غلام جیلانیؒ کو مخطوطات جمع کرنے کا اشتیاق تھا جو ان کے سفر حجاز کے دوران بھی جاری رہا۔ ان کی عادت تھی کہ اصل نسخے تک رسائی ہو ورنہ نہایت احتیاط سے اس کی نقل تیار کرواتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان کے کتب خانے میں ایسی متعدد کتابیں (مخطوطات) موجود ہیں جو خود مصنفوں کے سامنے لکھی گئی ہیں۔۔۔ البتہ اگر اصلی صورت میں کتاب کا ملنا میسر نہ ہوتا تھا تو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی نقل لے لیا کرتے تھے۔ ان تمام کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولانائے ممدوح کے پاس مختلف علوم کی بہترین تصانیف کا بیش بہا خزانہ جمع ہو گیا[45]"۔ مولانا غلام جیلانیؒ کی وفات کے بعد والئ افغانستان کو جب اس قیمتی مخطوطات کے بیش بہا ذخیرے کا علم ہوا تو انہوں نے ان تمام کتب کو اس وقت ڈیڑھ لاکھ روپے کے عوض خریدنا چاہا لیکن مولانا موصوف کی بیوی اور بیٹی نے یہ مخطوطات بیچنے سے انکار کیا (مولانا غلام جیلانیؒ اولاد نرینہ سے محروم تھے)۔ 1913ء میں اسلامیہ کالج کے قیام کے بعد انتظامیہ اور دیگر ارباب حل وعقد نے اُن کے سامنے یہ خواہش پیش کی کہ ان کتب کو اسلامیہ کالج (جو اس وقت دار العلوم اسلامیہ کہلاتا تھا) کو وقف کر دی جائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تمام کتب اسلامیہ کالج کو وقف کر دیں جس سے اس لائبریری کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور "مکتبہ مشرقیہ دار العلوم اسلامیہ" کے نام سے اس کی پہچان بنی۔ جس وقت یہ کیٹلاگ تیار کیا گیا اِس وقت لائبریری میں 3000 کتب موجود تھیں جن میں سے 2513 کتب کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ ان میں مختلف علوم کے 1261 مخطوطات ہیں۔ [46]

اختتامیہ

دین اسلام کا آغاز ہی وحی ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾[47] سے ہوتا ہے۔ اسلام میں تعلیم و تعلّم کی فضیلت کے لئے خود رسالتِ مآب ﷺ کا فرمان "وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[48]" ہی روشن دلیل ہے۔ آغاز اسلام سے خلافت امویہ، عباسیہ، اندلس اور خلافت عثمانیہ کے اواخر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ برصغیر میں بھی مخطوطات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ موجود رہا، یہاں کے بہت سے قیمتی مخطوطات اب بھی برٹش انڈیا لائبریری میں محفوظ ہیں جو ہمارے بھرپور علمی سرمایہ کا پتہ دیتے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں سب سے قدیم عصری علمی درس گاہ میں اسلامیہ کالج کا نام سرفہرست ہے جس کی لائبریری میں اس وقت 1200 سے زائد مخطوطات موجود ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری جامعات میں ان مخطوطات کے حجم و اہمیت کی بنیاد پر مختلف تعلیمی درجات (ایم اے / ایم فل / پی ایچ ڈی) میں تحقیق و تدوین کا کام کیا کائے۔

مراجع و مصادر

---

[1] آپ ہندوستان کے لکھنو یونیورسٹی میں شعبہ اردو کے چیرمین ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کے تفصیلی تعارف کے لیے ملاحظہ ہو:
www.abbasrazanayyar.com

[2] www.instantkhabar.com/item/2018-03-08-urdu۔

[3] القرآن، آل عمران:4، آیت:164

[4]القاموس المحيط مجدالدين مُحَمَّد بن يعقوب فيروز آبادي، موسة الرسالة للطباعة والتشروالتوزيع، بيروت، لبنان، 2005م:1/ 665

[5]معجم اللغة العربية المعاصرة، داحمد مختار عبد الحمید عمر (1424ھ)، عالم الکتب بیروت، طبع اول 1429ھ، 1: 665

[6]۔https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/manuscript#translations

[7]ڈاکٹر میاں محمد صدیقی، مقالہ "مخطوطہ کی اہمیت"، مجلہ "فکر و نظر"، جلد نمبر 35 (1997، 1998) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد: 1 / 26

[8]ان کا نام خالد بن یزید بن معاویہ ہے اور ان کی کنت ابوہاشم ہے اعلم قریش کے لقب سے معروف تھے علم طب، کیمیاء میں اس زمانے میں ان کے پائے کا کوئی موجود نہیں تھا۔ ان فنون کے بارے میں مختلف رسال بھی تحریر کئے جن سے ان کی معرفت جھلکتی ہے ان کی وفات 85ھ میں ہوئی۔ (وفیات الاعیان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان (681ھ)، دار صادر، بیروت، 2 : 224)

[9]مخطوطہ کی اہمیت (مقالہ ڈاکٹر میاں محمد صدیقی) :28

[10]۔George Saliba ,Islamic Science and the Making of the European Renaissance"

[11]المعجم فی اسامي شيوخ ابي بكر الاسماعيلي، ابو بکر حمد بن ابراھیم الجرجانی (371ھ)، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، 1410ھ:55

[12]مقتطفات من كتاب من روائع حضارتنا، مصطفی بن حسنی السباعی (1384ھ)، دار الوراق للنشر والتوزیع، بیروت، 1420ھ، 1 / 251

[13]ایضاً

[14]آپ 9 فروری 1908ء کو ریاست حیدر آباد (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ معروف محدث، فقیہ، محقق، قانون دان اور اسلامی دانشور تھے اور بین الاقوامی قوانین کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ تاریخ حدیث پر اعلیٰ تحقیق، فرانسیسی میں ترجمہ قرآن اور مغرب کے قلب میں ترویج اسلام کا اہم فریضہ نبھانے پر آپ کو عالمگیر شہرت ملی۔ ان کی تصانیف و مقالہ جات اور مضامین کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ 20 سال سے زائد عرصے تک فرانس کے قومی مرکز برائے سائنسی تحقیق سے وابستہ رہے۔ 17 دسمبر 2002ء کو امریکی ریاست فلوریڈا میں انتقال کر گئے۔ آپ کے مقالات اور کتب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:
http://hamidullah.info

[15]ترکی کے مایہ ناز مورخ پروفیسر علامہ فواد سزگین کردی النسل اور اسلامی تاریخ کے نامور مورخ ہیں۔ 24 اکتوبر 1924 کو پیدا ہوئے، 1950 میں استنبول یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔ اسلامی ثقافت پر تصاویر کے ساتھ انھوں نے کئی جلدیں شائع کیں جس کے متعدد زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے۔ وفات 30 جون 2018 کو ہوئی۔ (http://en.wikipedia.org/wiki/Fuat_Sezgin)

[16]مقتطفات من كتاب من روائع حضارتنا، 256: 1

[17]خیر الدین بن محمود بن محمد الزرکلی، الأعلام، دار العلم للملایین، بیروت، 2002ء: 236:7

[18]ہندوستان میں مخطوطات، ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی، https://urdu.siasat.com/news/ہندوستان-میں-مخطوطات-821956

[19]ایضاً

[20]فواد سیز گین، تاريخ التراث العربي، مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، قم، ایران، 1412ھ، 11:1

[21]اختر راہی، مخطوطات کی حفاظت، فکر و نظر، جلد: 12، شمارہ نمبر: 9، 1975ء، ص: 542-543

[22]علامہ اقبال، بانگ درا، حصہ سوم، جاوید منزل، میوروڈ لاہور، جون 1945ء ص: 198

[23]اشرف علی، تحفظ دستاویزات و کتب خانہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1993ء، ص: 100-101

[24]تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: قدیم دستاویزی اشیاء کے (تحفظ اور برامدی انضباط) کا قانون مجریہ 1975ء اور پاکستان کے سرکاری ریکارڈ نیز تاریخی اور قومی نوعیت کی قدیم دستاویزات کو تحویل میں لینے اور ان کے تحفظات کا قانون مجریہ 1993ء

[25]مسعود احمد خان، سروے وزارت ثقافت حکومت پاکستان 1982ء۔ بحوالہ مخطوطات کا ایک تفصیلی جائزہ، فکر و نظر، جلد: 35، شمارہ: 3-2، 1997ء ص: 46

[26]محمد ادریس زبیر، ملک میں تحقیق مخطوطات کے کام کا جائزہ، فکر و نظر، جلد: 35، شمارہ: 3-2، اکتوبر-دسمبر 1997ء، جنوری-مارچ 1998ء، ص: 106

[27] یہ حافظ سلیمان بن داود بن الجارود الفارسی (متوفی:204ھ) کی تصنیف ہے جس پر ارشاد الحق اثری نے تحقیق کی ہے۔

[28] یہ رضی الدین الحسن بن محمد بن الحسن الصغانی (متوفی:650ھ) کی تصنیف ہے جس پر پاکستان میں ڈاکٹر احمد خان نے تحقیق کی ہے۔

[29] یہ صدر الدین، ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد اصبہانی (متوفی:576ھ) کی تصنیف ہے جو مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ سے عبد اللہ عمر کی البارودی کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے تاہم پاکستان میں ڈاکٹر ایس ایم زمان (سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل) کی تحقیق سے شائع ہوئی۔

[30] کتاب کا مکمل نام "العلل المتناهية في الأحاديث الواهية" ہے جو جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی (متوفی:597ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں ارشاد الحق اثری کی تحقیق کے ساتھ ادارۃ العلوم الاثریۃ، فیصل آباد سے 1981 میں دوسری بار طبع ہوئی ہے۔

[31] یہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (متوفی:933ھ) کی تصنیف ہے جس پر مولانا عبد الرشید نعمانی نے تحقیق کی ہے۔

[32] پروفیسر عبد الجبار شاکر، پاکستان کے ذخائر مخطوطات: ایک جائزہ، فکر و نظر، جلد:35، شمارہ:3-2، 1997ء، ص:128

[33] ایضاً

[34] ڈاکٹر شیر محمد زمان، پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ اور چند تجاویز، فکر و نظر، جلد:35، شمارہ:3-2، 1997ء، ص:22

[35] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412080154134

[36] Quaid-e-Azam s Will, Bombay, May 30, 1939

[37] http://en.wikipedia.org/wiki/Islamia_College_University

[38] http://noonwalqalam.blogspot.com/2013/10/blog-post_2.html?m=1

[39] http://iftikhar391.blogspot.com/2015/11/blog-post_50.html

[40] http://icp.edu.pk/page.php?abc=20141210052745‎6

[41] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412100527456

[42] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412100534315

[43] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412100534315

[44] مولوی حافظ عبد الرحیم 26 شوال 1292ھ (ستمبر 1857ء) میں خیبر پختونخوا کے ڈیرہ اسماعیل خان (موضع کلاچی) میں پیدا ہوئے، والد محترم کا نام مولوی محمد نعیم تھا۔ 1913ء میں صاحب زادہ عبد القیوم کی دعوت پر اسلامیہ کالج پشاور کے "مکتبہ علوم شرقیہ" سے تعلق جوڑا۔ کئی ایک کتابوں کے مصنف تھے جن میں عربی زبان کے متداول و کثیر الاستعمال الفاظ کی ڈکشنری "ردء الإخوان" اور میزان اللسان (عربی نحو) بطور خاص شامل ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے اردو تراجم بھی کئے۔ آپ 1913 سے 1943 تک اسلامیہ کالج میں عربی اور پشتو بھی پڑھاتے رہے ہیں۔ مشرباً آپ اہل حدیث تھے۔ آپ کا انتقال ذی الحجہ 1369ھ مطابق ستمبر 1950ء میں پشاور میں ہوا اور اسلامیہ کالج کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر قاری فیوض الرحمن، مضمون "حضرت مولانا حافظ عبد الرحیم صاحب (کلاچی والے)"، ماہنامہ محدث، ذی قعدہ وذی الحجہ 1392ھ / دسمبر 1972ء، ص:513- 517)

[45] مولوی عبد الرحیم، لُباب المعارف العلمیّہ فی مکتبہ دار العلوم الاسلامیہ، مطبع آگرہ، انڈیا، 1918ء ص:3

[46] http://icp.edu.pk/page.php?abc=201412100534315 -

[47] القرآن، العلق:96، آیت:1

[48] ابو عبداللہ مُحَمَّد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، دارإحيا الكتب العربية، باب فضل العلماء ولحث علىٰ طلب العلم، حديث نمبر: 229، 1:83